۲۱

(فرمودہ ۶ /اپریل ۱۹۳۳ء بمقام باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان)

آج سے چار ہزار سال پہلے دنیا میں ایک انسان نے سچے اخلاص کا نمونہ دکھایا تھا۔ اس سچے اخلاص کے نتائج آج تک دنیا کو مل رہے ہیں۔ اُور کی بستی میں، اُس علاقہ میں جو اِس زمانہ میں عراق کہلاتا ہے، ایک مشرک گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس نے ایسے لوگوں میں تربیت پائی جن کا رات دن کا مشغلہ خدا کے شریک بنانا اور ایسی چیزوں کی پرستش کرنا تھا جو اپنے اندر کوئی طاقت و قوت نہ رکھتی تھیں۔ وہ بچہ ایک نورانی دل لے کر پیدا ہوا۔

خدا کی جوہر شناس نگاہ نے دنیا کی بڑھتی ہوئی گمراہی اور اس کے طوفانِ ضلالت کو دیکھ کر چاہا کہ بنی نوع انسان میں سے کسی کو اپنا بنائے اور اس کی نگاہ نے اس کسدیوں کی بستی میں سے ابراہیم نامی بچہ کو چُنا اور اسے اپنے فضل سے ممسوح کیا۔ جس قسم کے خاندان میں اور جن حالات میں ابراہیم کی پرورش ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ اسرائیلی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے جب ابراہیم بارہ تیرہ سال کے ہوئے تو ان کے چچا نے جن کے پاس وہ رہتے تھے (کیونکہ آپ کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے) انہیں اپنی دکان پر بٹھایا۔ وہ دکان کس چیز کی تھی؟ وہ بت فروشی کی دکان تھی۔ ابراہیمؑ نے اس دکان پر بیٹھتے ہی پہلی دفعہ یہ محسوس کیا کہ ان پتھروں اور مٹی کے بنے ہوئے بتوں میں بھی کوئی اہمیت سمجھی جاتی ہے۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے انہیں اس وقت تک یہ احساس نہ تھا کہ ان کی قوم انہیں کس حد تک عظمت دیتی ہے۔ جب اس دکان پر بیٹھے اور انہوں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا کہ ان بتوں کی کیا غرض ہے اور انہیں بتایا گیا کہ لوگ انہیں لے جاتے اور ان کی پوجا کرتے ہیں تو انہیں تعجب آیا۔ یہودی تاریخوں میں لکھا ہے کہ ایک بڈھا گاہک جس کی داڑھی سفید ہو چکی تھی ستر اسی سال کی عمر تک پہنچ چکا تھا ایک دن آیا اور بت طلب کیا۔ اور آخر بڑی تلاش کے بعد اس کو ایک بت پسند آیا۔ جب وہ قیمت ادا کرنے لگا تو حضرت ابراہیمؑ نے اس کا مونہہ تعجب سے تکتے ہوئے کہا۔ اتنی احتیاط سے یہ بت کیوں لے رہے ہو۔ بڈھے نے جواب دیا۔ میں اسے اپنے گھر میں رکھوں گا اور اس کی پرستش کروں گا تب ابراہیمؑ نے جسے فطرت سے نیکی عطا ہوئی تھی حیرت سے کہا۔ یہ بت تو کل بنا ہے اور تم ستر اسی سال کے بڈھے ہو۔ تمہاری داڑھی سفید ہو چکی ہے کیا تم اس کے سامنے جھکو گے یہ سُنکر اس پر ایسا اثر ہوا کہ لکھا ہے اس نے بت وہیں پھینک دیا اور چلا گیا۔ تب آپ کے چچیرے بھائیوں نے چچا سے

شکایت کی کہ یہ ہمارے گاہک خراب کرتا ہے اور چچا نے ابراہیمؑ کو خوب مارا۔

پرانی تاریخیں کوئی ایسی محفوظ نہیں اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس واقعہ میں کہاں تک صداقت پائی جاتی ہے۔ لیکن یہودی تاریخیں یہی بیان کرتی ہیں اور تعجب نہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہو۔ اور بغیر کسی قسم کی آمیزش کے ہو۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ یہودی قوم میں اس قوم میں جو ابراہیمؑ کی نسل سے چلی، یہ بات مسلّمہ ہے کہ ابراہیمؑ کو بچپن سے ہی شرک کے خلاف جذبہ عطا کیا گیا تھا پیشتر اس کے کہ آپ نبی ہوتے پیشتر اس کے کہ آپ وحی الٰہی سے برکت دیئے جاتے اور پیشتر اس کے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پاتے آپ کا نفس ہی ان باتوں سے متنفر تھا۔ اور دراصل ہر نبی خدا تعالیٰ کی اسی قسم کی برکت پایا کرتا ہے۔ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل زندگی کا بھی ایک واقعہ تاریخوں میں بیان ہوا ہے۔ زید ایک شخص تھے حضرت عمرؓ کے رشتہ دار انہیں شرک کے خلاف توحید کے خیالات یہود سے سننے کا موقعہ ملا تھا اور وہ موحد ہو گئے تھے وہ جہاں جہاں جاتے توحید کی تائید میں لیکچر دیتے ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بھی آئے اور جب ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو انہوں نے کہا میں شرک کرنے والوں کا کھانا نہیں کھایا کرتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا میں نے کبھی شرک نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نبوّت سے پہلے ہر قسم کے مشرکانہ باتوں سے محفوظ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ خیر حضرت ابراہیمؑ جن کا میں واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ بچپن سے ہی توحید کے مؤید اور شرک کے مخالف تھے۔ مگر ایسی قوم میں پیدا ہو کر جو رات دن شرک میں مبتلا رہتی اور ایسی قوم کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ ان شرک میں مبتلا لوگوں کو بچایا نہیں جا سکتا۔ جب انہوں نے شرک کے خلاف اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا کر تعلیم دینی شروع کی تو ان کی قوم نے ان کی باتوں کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ طرح طرح کے دکھ دیئے۔ آپ کی مخالفت کی یہاں تک کہ آگ جلائی اور اس میں آپ کو ڈالا۔ قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ میں ان کے لئے آگ جلائی گئی اس میں ان کو پھینکا گیا۔ اور پھر وہ آگ آپ کے لئے ٹھنڈی کی گئی۔ ممکن ہے بارش ہو گئی ہو یا اور کوئی ایسے سامان پیدا ہو گئے ہوں۔ غرض انتہائی تکالیف کے ذریعہ آپ کو توحید سے روکنے کی کوشش کی گئی۔ مگر آپ نے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ یہ دکھ دینے والے کہاں ہدایت پا سکتے ہیں، چلو ان کو چھوڑو۔

پس ابراہیمؑ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مومن کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور یہ کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ لوگوں کو ہدایت کس طرح اور کیونکر ہوگی حضرت ابراہیمؑ کے لئے اندرونی مشکلات

بھی تھیں اور بیرونی بھی - اندرونی یہ کہ آپ کے رشتہ دار تک آپ کے مخالف تھے اور بیرونی یہ کہ اس زمانہ کی سیاست اور حکومت آپ کی مخالف تھی - سوائے ان کے ایک رشتہ دار کے جو آن کا خالہ زاد بھائی تھا[8]۔ یا بعض کہتے ہیں کہ وہ بھتیجا تھا[9] اور کوئی ان پر ایمان نہ لایا تھا۔ اور اس قدر تکلیفیں دی گئیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح انہیں بھی ہجرت کرنی پڑی مگر باوجود اس کے ان کے ایمان کی حالت یہ تھی کہ انہوں نے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ دنیا ہدایت کو قبول نہیں کرے گی بلکہ ان کے بھائی حضرت لوطؑ جو دوسری بستی میں تھے جب ان کے منکروں پر عذاب آیا تو بائیبل میں لکھا ہے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کرنی شروع کی کہ خدایا! کیا تو اس قوم کو تباہ کر دے گا جبکہ تیرے نیک بندے بھی اس میں رہتے ہیں - اللہ تعالےٰ نے فرمایا نہیں مگر وہ بستی تو گناہوں سے پُر ہوگئی - تب حضرت ابراہیمؑ نے کہا - بے شک مگر اے خدا! اگر اس میں سو مومن ہوں گے تو کیا تو ان پر نظر نہیں کرے گا اور کیا ان کی وجہ سے باقیوں کو بھی نہیں بچائے گا اللہ تعالےٰ نے فرمایا - اے ابراہیمؑ! اگر اس میں سو مومن ہوں تو میں ان کی وجہ سے سب کو بچا لونگا مگر وہاں تو اس قدر بھی نہیں - تب ابراہیمؑ نے کہا اے خدا! اگر اس میں نوّے مومن رہتے ہوں تو کیا محض اس لئے کہ دس مومن کم ہیں تو سب کو تباہ کر دے گا - اللہ تعالےٰ نے کہا نہیں اگر نوّے مومن بھی ہوں گے تب بھی میں ان سب کو بچا لونگا - تب حضرت ابراہیمؑ نے یہ سمجھ کر کہ وہاں نوّے مومن بھی نہیں کہا اے خدا! اگر وہاں اسّی مومن ہوں تو کیا اسّی مومنوں کی تو قدر نہیں کریگا اور ایسی بستی کو ہلاک کر دے گا - خدا نے کہا، اگر وہاں اسی مومن بھی ہوں تب بھی میں بستی کو ہلاکت سے بچا لونگا - یہانتک کہ ہوتے ہوتے آخر حضرت ابراہیمؑ دس تک آ گئے اور کہا - اے خدا اگر وہاں دس مومن ہوں تو کیا یہ کم ہیں - اور کیا ان کی وجہ سے تو باقیوں کو ہلاکت سے نہیں بچائے گا - اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیوں نہیں - اگر وہاں دس مومن بھی ہوں تب بھی وہ نیکی کا بیج ہوں گے اور اس بستی کی ترقی کی امید ہو سکتی ہے - مگر وہاں تو دس مومن بھی نہیں - تب حضرت ابراہیمؑ خاموش ہو گئے اور انہوں نے حضرت لوطؑ اور ان کے خاندان کے لئے دعا کی اور وہ بچائے گئے[10] اس سے ان کے ایمان کا پتہ چلتا ہے - مشرکوں نے انہیں دُکھ دیا، عزیز رشتہ داروں سے انہیں جُدا ہونا پڑا، آگ میں انہیں ڈالا گیا، وطن سے بے وطن ہونا پڑا اور سینکڑوں میل دور جا کر انہیں رہنا پڑا[11] - مگر پھر بھی بنی نوع انسان سے شفقت ان کے دل میں اتنی تھی کہ اپنی قوم نہیں بلکہ ایک اور قوم کی تباہی کا حکم آتا ہے اور آپ وہاں بھی شفاعت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں - در اصل حضرت ابراہیمؑ کا دل اس یقین سے پُر تھا کہ جو تعلیم انہیں دی گئی ہے وہ آخر

مشرکوں کو موحد بنا کر رہے گی اور یہ یقین توکل اور ایمان ہی تھا جو ان کو مایوس نہیں ہونے دیتا تھا۔ اور یہ بھی ان کے ایمان کا ثبوت ہے کہ جب خدا نے ان کا سوز و گداز دیکھا تو قرآن مجید میں ان کا ایک نام اوّاہ رکھا گیا۔ گویا وہ دنیا کی ہدایت کے غم میں مجسم سوز و گداز ہو گئے تھے اور ان کا یہ سوز و گداز اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ جب انہوں نے خدا کے حضور دعائیں کیں تو انہوں نے کہا۔ اے خدا میں یہی نہیں چاہتا کہ آج ہی گمراہ لوگوں کو ہدایت حاصل ہو۔ بلکہ میری یہ دعا ہے کہ جب بھی شریر دنیا میں شرارت کریں شیطان گمراہی اور ضلالت پھیلانا چاہے تیری طرف سے ہدایت دینے والے آتے رہیں۔ اور ہمیشہ ہمیش ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو نیکی کو پھیلانے والے اور توحید کو قائم رکھنے والے ہوں۔ خدا تعالےٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور فرمایا بہت اچھا لیکن بدوں میں رہ کر چونکہ نیکی کا بیج پنپ نہیں سکتا۔ میٹھے دودھ میں اگر لسی یا اور کوئی ترش چیز تھوڑی سی بھی ملائی جائے تو وہ خراب ہو جاتا ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ میں نے تیری دعائیں سنیں لیکن اگر واقعی تیری ہمدردی بنی نوع انسان سے اس قدر بڑھی ہوئی ہے تو تُو جا اور اپنے بیٹے کو قربان کر۔ لوگوں سے الگ اسے خاص میری حفاظت میں رکھ تا کہ علیحدہ ذخیرہ میں ایک پنیری لگائی جائے۔ نیکی اور تقویٰ کی پنیری۔ ایک چشمہ چھوڑا جائے، پاکیزگی اور طہارت کا چشمہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔ بہت اچھا میں تیار ہوں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اس بیٹے کو جو بڑھاپے میں نصیب ہوا، اس وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑا جس کے متعلق خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ اس میں کھانے کا کوئی سامان نہیں تھا اس میں پانی نہیں تھا یہاں تک کہ خدا نے زمزم کا چشمہ چھوڑا۔ اور کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ کیونکہ اس کا نام ہی وادیٔ غیر زرع تھا ایسی وادی میں حضرت ابراہیمؑ نے اس لئے اپنے بیٹے اور اس کی والدہ کو چھوڑا تا کہ خدا کا ذکر بلند ہو اور اللہ تعالےٰ کی کھوئی ہوئی عظمت دنیا میں پھر قائم ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا بتاتی ہے کہ انہیں اسی لئے وادیٔ غیر ذی زرع میں رکھا گیا تھا تا وہ نیکی اور تقویٰ قائم کرنے والے بنیں چنانچہ وہ دعا کرتے ہیں۔ اے خدا میں نے انہیں اس لئے یہاں رکھا ہے کہ وہ نمازیں پڑھیں، اور تیرے ذکر کو دنیا میں قائم کرنے والے بنیں۔ پس ایسی جگہ اولاد رکھنے کے معنے یہ تھے کہ برے اثرات سے وہ اپنی اولاد کو محفوظ کر دیں اور نیکی کا بیج ہمیشہ قائم رکھیں۔ یہ کیا چیز تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم کی تم جانتے ہو؟ یہ وہ چیز تھی جس کے ذریعہ خدا نے کفر اور اسلام میں امتیاز قائم کیا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ھو سمّاکم المسلمین یعنی ابراہیمؑ وہ پہلا شخص ہے جس نے کفر و اسلام میں امتیاز قائم کیا۔ یوں تو ہر نبی کے ذریعہ کوئی نہ کوئی کام ہوا ہے، کسی تعلیم کی بنیاد حضرت آدمؑ نے رکھی کسی تعلیم کی بنیاد حضرت نوحؑ نے

رکھی۔ اور کسی تعلیم کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ ہر نبی مسلم تھا کیونکہ جو فرمانبردار ہے وہ مسلم ہے اور جو منکر ہے وہ کافر۔ مگر مسلم و کافر میں امتیاز اور نیکی کے بیج کے متعلق یہ محسوس کرا دینا کہ وہ بعض دفعہ کفر کے بیج کے نیچے آکر خراب ہو جاتا ہے، یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قائم ہوئی اور یہی چیز ہے جس کے متعلق فرمایا۔ ھو سمّاکم المسلمین۔ ورنہ قرآن مجید کے بتلائے ہوئے اصل کے ماتحت حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت داؤد۔ حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب مسلم تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خصوصیت اس لئے دی گئی کہ آپ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ آئندہ اسلام کو کفر سے جدا رہنا پڑیگا۔ ہدایت کو ضلالت سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے گی، ورنہ اور کوئی صورت اشاعتِ ہدایت کی نہیں ہوگی۔ یہ معمولی بات نہیں کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر کہہ دے کہ تم الگ اور مَیں الگ، تمہاری نمازیں الگ اور ہماری الگ، تمہاری شادیاں الگ اور ہماری الگ۔ تمہارے جنازے الگ اور ہمارے الگ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کی تلواریں وہ اپنے خلاف کھڑی کرے اور یہی چیز ہے جس کے ماتحت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بائیبل میں کہا گیا کہ وہ اپنے بھائیوں کی تلواروں کے نیچے پلے گا۔ یعنی دنیا میں جب وہ یہ اعلان کرے گا کہ مَیں کفر و اسلام میں امتیاز قائم کرتا ہوں۔ مَیں کفر کو جُدا اور اسلام کو جُدا کرتا ہوں تو اس کے بھائی اس پر اعتراض کریں گے وہ اس سے جُدا ہو جائیں گے اس کی مخالفت میں متحد ہو جائیں گے تب اس پر اپنے بھائیوں کی تلواریں اُٹھیں گی، مگر خدا فرماتا ہے کہ وہ تلواریں بجائے اسے مٹانے کے اس کے نشوو ارتقاء کا موجب ہو جائیں گی۔

پس حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دوسروں سے علیحدہ بسا کر اسلام اور کفر میں ایک امتیاز قائم کر دیا۔ اور آئندہ کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ جو بھی مامور آئے اس کے ماننے والوں کو اس کے منکروں سے علیحدہ رہنا پڑے گا۔ وہ علیحدگی بظاہر موت ہوگی، اور یوں معلوم ہوگا کہ وہ ایک وادِ غیر ذی زرع میں پھینکے گئے۔ جب باپ بیٹے کو چھوڑ دیگا اور بیٹا باپ کو چھوڑ دے گا۔ بیوی خاوند کو چھوڑ دے گی اور خاوند بیوی کو چھوڑ دیگا۔ بھائی بہن کو چھوڑ دیگا اور بہن بھائی کو چھوڑ دے گی۔ ماں بچے کو چھوڑ دے گی اور بچہ ماں کو چھوڑ دے گا۔ اس وقت یوں معلوم ہوگا کہ باوجود دنیا میں رہنے کے وہ دنیا سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں چلے گئے۔ ایسے وقت میں جب مامور کے ماننے والے منکروں سے علیحدگی اختیار کریں گے تو ان کے بھائیوں کی تلواریں ان پر اُٹھیں گی۔ وہ تلواریں انہیں ہلاک کرنا چاہیں گی، تباہ و برباد کرنا چاہیں گی، مگر خدا فرماتا ہے کہ وہ جو خدا کے حکم کے

ماتحت اپنے بھائیوں اور عزیزوں سے یہ جدائی اختیار کرے گا وہ اپنے بھائیوں کی تلوار کے سایہ میں پلے گا اور کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکے گی۔ نادان ہے وہ جو سمجھتا ہے کہ دشمنوں کی دشمنی اسے مٹا دے گی۔ نادان ہے وہ جو خیال کرتا ہے کہ اب جبکہ ان کے جنازے الگ، ان کی شادیاں علیحدہ اور ان کی نمازیں جدا ہو گئیں تو یہ جمہور سے علیحدگی اختیار کرکے کامیابی حاصل کریں گے۔ خدا فرماتا ہے کہ اگر وہ خدا کے لئے یہ موت قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئے تو وہ نیکی کا ایک بیج ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ بڑھے گا اور پھولیگا اور ہر شخص جو اسے اکھاڑنا چاہے گا اللہ تعالٰے کا ہاتھ اسے برباد کر دے گا۔ کیا حضرت ابراہیمؑ نعوذ باللہ نادان تھے جنہوں نے اپنے بیٹے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑا۔ پھر کیوں انہوں نے ایسا کیا؟ یا کیا خدا ان کا دشمن تھا جو کہہ دیا کہ جاؤ اور اس وادی میں بیوی بچہ کو چھوڑ آؤ۔ دراصل خدا اس طرح یہ نشان قائم کرنا چاہتا تھا کہ ایمان کی ترقی کے لئے پہلے موت برداشت کرو۔ اگر تم موت برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔ اگر تم لوگوں کی دشمنی برداشت کرنے کے لئے تیار ہو تو پھر ضروری ہے کہ تمہاری نیکی کے بیج کو محفوظ رکھا جائے اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ خراب زمین سے اسے علیحدہ کر لیا جائے۔ ایک بڑے درخت کے نیچے چھوٹا پودا کبھی پنپ نہیں سکتا۔ اسی طرح جب مامورین آتے ہیں تو ابتداء میں ان کی جماعت تھوڑی ہوتی ہے۔ وہ گنتی کے افراد دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوتے ہیں۔ تب ضروری ہوتا ہے کہ انہیں دوسروں سے علیحدہ رکھا جائے۔ مخالفوں سے جدا کیا جائے تا وہ اپنے اخلاص اور محبت کے بیج کو نشوونما دے سکیں۔ اگر یہ جدائی نہ ہو تو لامحالہ آپس میں تعلقات رکھنے پڑیں گے۔ اور اس طرح ہر وقت نقصان پہنچنے کا احتمال رہے گا۔ پس خدا ایک وقت بظاہر بگاڑ پیدا کرتا ہے اور جدائی پیدا کرکے موقع دیتا ہے کہ مامور کے ماننے والے بڑھ جائیں۔ پس دشمن سے جدائی خرابی نہیں بلکہ اللہ تعالٰے کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔

غرض یہ عید ہمارے لئے ایک سبق رکھتی ہے۔ یہ سبق کہ جو خدا تعالٰے کے لئے ہو جاتا ہے وہ کبھی تباہ نہیں ہوتا۔ یہ سبق رکھتی ہے کہ جو شخص قربانی کرے اسے ہمیشہ ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ یہ سبق رکھتی ہے کہ جو جماعت ترقی کرنا چاہے اسے غیروں سے علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے جب تک وہ جماعت وادیٔ غیر ذی زرع میں رہنے کے لئے تیار نہ ہو، اس وقت تک اسے عروج بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح ناصریؑ نے بھی یہی کہا کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کر دوں اور آدمی

کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے"[لہ۶] یہ مقام ہے جو الٰہی جماعتوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ بے شک یہ ایک موت ہے اور بے شک ہر شخص ہمت نہیں کر سکتا کہ وہ ان شدائد کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور بے شک انسان خیال کرتا ہے کہ آہ! میرا بھائی مجھ سے جُدا ہو جائے گا۔ میری مصیبت میں کون میرے کام آئیگا۔ نوکر خیال کرتا ہے کہ اگر مَیں نے اپنے آقا سے علیحدگی اختیار کر لی تو میری ملازمت جاتی رہے گی۔ تاجر خیال کرتا ہے کہ اس کی تجارت کو ضعف پہنچ جائے گا۔ آقا خیال کرتا ہے کہ اس کے ماتحت اس سے بدظن ہو جائیں گے۔ بیوی سمجھتی ہے میرا خاوند مجھ سے چھٹ جائیگا اور خاوند خیال کرتا ہے کہ میری بیوی مجھ سے علیحدہ کر لی جائیگی۔ بے شک انسانی قلوب میں یہ خیالات پیدا ہوتے ہیں مگر انہیں خیالات کو خدا تعالےٰ نکالنا چاہتا ہے اور وہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ مومن صرف مجھ پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے عزیز و اقارب میں سے کسی کی پرواہ نہیں ہو سکتی۔ یہ عید کیا ہے؟ یہ قربانی کی عید ہے یہ عید یہ بتلانے کے لئے آئی ہے کہ مومن کو اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے اگر اپنی اولاد کو قربان کرنا پڑے تو وہ اس سے دریغ نہ کرے اگر اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا چاہیے تو وہ اس سے دریغ نہ کرے۔ اگر اپنی جان کی قربانی دینی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے اگر وجاہت کی قربانی کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے غرض ہر چیز خدا کے لئے قربان کرے۔ مگر جتنی بڑی یہ قربانی نظر آتی ہے انعام کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وادیٔ غیر ذی زرع میں اپنے بیوی اور بچہ کو رکھا تو بے شک کہنے والے کہتے ہوں گے کہ یہ شخص کتنا پاگل ہے۔ ایک بے آب و گیاہ جنگل میں اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو ہلاک کر رہا ہے۔ لیکن اگر ان کو وہ ترقی نظر آجاتی جو آج حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو حاصل ہے۔ اگر انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا وہ پھیلاؤ نظر آجاتا جو آج نظر آرہا ہے۔ اور اگر انہیں حضرت ابراہیمؑ کی وہ عظمت دکھائی دیتی وہ نبوت کا سلسلہ انہیں نظر آجاتا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں چلا۔ پھر دنیوی فتوحات اور حکومتیں بھی دکھائی دیتیں تو میں سمجھتا ہوں ہر شخص ترلے کرتا اور کہتا مجھے بھی اجازت دیجئے کہ مَیں اپنی اولاد کو یہاں چھوڑ جاؤں۔ وہ نمرود جو اپنی بادشاہی پر گھمنڈ رکھتا تھا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر اسے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عظمت نظر آجاتی تو وہ اپنی ساری عمر سجدے میں گذار دیتا اور دعا کرتا رہتا کہ میری اولاد کو یہاں رہنے کی اجازت مل جائے۔ مگر اس وقت ہر شخص دوست ہو یا دشمن کہتا ہوگا بڈھا سٹھیا گیا، اس کی عقل میں فتور واقع ہو گیا۔ یہ اپنے بیٹے اور بلوٹھے بیٹے کو جو بڑھاپے میں اسے نصیب ہوا، ایسی جگہ پر چھوڑ رہا ہے جہاں نہ پانی ہے نہ آدمی۔

اور جو اس وقت کی کیفیت تھی وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے معلوم ہوتی ہے بائیبل میں بھی واقعات مذکور ہیں مگر اشارے کے طور پر کیونکہ بائبل والوں کو بنو اسمٰعیل سے دشمنی تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ کو اس بیابان میں چھوڑا تو اس وقت ان کے پاس صرف ایک تھیلی کھجوروں کی اور ایک مشکیزہ پانی کا رکھ دیا اور کہا میں ذرا ادھر جاتا ہوں چونکہ نبی اور جھوٹ جمع نہیں ہو سکتے اس لئے وہ جھوٹ تو بول نہیں سکتے تھے اور سچ بولنے سے حضرت ہاجرہ کو جو صدمہ ہوتا تھا وہ بھی سامنے تھا اس لئے انہوں نے صرف اسی قدر کہا کہ میں فی الحال جاتا ہوں کیونکہ الہام کے ذریعہ انہیں بتا دیا گیا تھا کہ پھر دوبارہ انہیں اس وادی میں آنا ہوگا۔ اس وقت قدرتی طور پر بیوی اور بچے کی محبت نے اثر دکھایا انہوں نے اس وادی کو چاروں طرف دیکھا مگر انہیں جھاڑی تک دکھائی نہ دی۔ پانی کا قطرہ تک نظر نہ آیا کھانے کی ایک چیز تک معلوم نہ ہوئی۔ انہوں نے سوچا کہ ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجور ایک دو دن سے زیادہ کہاں کام دے سکتی ہے۔ پھر سوائے ریت کے ذرّوں اور آفتاب کی چمک کے اور کوئی چیز میری بیوی اور بچے کے لئے نہیں ہوگی یہ سوچتے ہی ان پر رقت طاری ہوگئی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ان کی آنکھوں کی نمی اور ہونٹوں کی پھڑپھڑاہٹ سے حضرت ہاجرہ سمجھ گئیں کہ بات کچھ زیادہ ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کے پیچھے پیچھے چلیں اور کہا ابراہیمؑ کیا بات ہے، مگر حضرت ابراہیمؑ رقت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ حضرت ہاجرہ کے دل میں اس سے اور بھی شبہ پیدا ہوا۔ اور انہوں نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ ابراہیم تم ہمیں کہاں چھوڑے جاتے ہو یہاں تو پینے کے لئے پانی نہیں اور کھانے کے لئے غذا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دینا چاہا کہ میں خدا کے حکم کے ماتحت ایسا کر رہا ہوں مگر رقت کی وجہ سے آواز نہ نکل سکی تب انہوں نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے جس کے معنے یہ تھے کہ میں خدا کے حکم کے ماتحت ایسا کر رہا ہوں۔ تب حضرت ہاجرہ یقین اور ایمان سے پُر ہاجرہ جو اپنی جوانی کی عمر میں تھی اور جس کا ایک ہی بیٹا تھا جو اس وقت موت کی نذر ہو رہا تھا۔ فوراً حضرت ابراہیمؑ کا پیچھا کرنے سے رُک گئی اور کہنے لگی اگر یہ بات ہے تو پھر خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ آخر پانی ختم ہوا، غذا ختم ہوئی اور باوجود اس کے کہ اس علاقہ میں کوئی چیز نہ آتی تھی حضرت ہاجرہ اپنے بچہ کی تکلیف کو دیکھ کر جو پیاس سے تڑپ رہا تھا ایک ٹیلے پر چڑھ گئیں کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے اور اس سے پانی مانگ لیں یا کوئی آبادی دکھائی دے۔ انہوں نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر جس حد تک انسانی نظر کام کر سکتی تھی دیکھا اور خوب دیکھا مگر انہیں کہیں پانی کا نشان تک نظر نہ آیا۔ تب وہ اسی گھبراہٹ میں اُتریں اور دوڑتی ہوئی دوسرے ٹیلے پر چڑھ گئیں وہاں سے بھی دیکھا مگر پانی کے کوئی آثار نظر نہ آئے چونکہ ٹیلے کی چوٹی سے

انہیں اپنا بچہ تڑپتا ہوا دکھائی دیتا تھا اس لئے جب وہ ٹیلے سے نیچے اُترتیں تو اس خیال سے کہ معلوم بچے کا کیا حال ہو جائے دوڑ کر اُترتیں۔ آجتک حضرت ہاجرہ کے اس واقعہ کی یادگار کے طور پہ حج کے ایام میں صفا اور مَروہ پہ دوڑ کر چلا جاتا ہے اور یہ دوڑ کر چلنا اسی رسم کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔
جب حضرت ہاجرہ نے اس کرب و اضطراب میں سات چکر کاٹے اور انہیں کوئی چیز نظر نہ آئی اور ان کا دل بیٹھنے لگا تو خدا تعالٰے کا الہام نازل ہوا کہ اے ہاجرہ خدا نے تیرے بچہ کے لئے سامان کر دیا جا اور اپنے بچے کو دیکھ۔ حضرت ہاجرہ واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا جہاں بچہ پیاس کی شدت سے تڑپ رہا تھا وہاں ایک پرانا چشمہ ابل رہا ہے۔ جو لوگ پہاڑی مقامات کو جانتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ بعض دفعہ بہت پرانے چشمے مٹی وغیرہ سے اٹ جاتے ہیں۔ اور کسی کو یاد تک نہیں رہتا کہ اس سطح زمین کے نیچے چشمہ ہے۔ کشمیر میں بھی ایسے چشمے دیکھنے میں آتے ہیں حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ چشمہ پہلے سے تھا۔ بچے نے جب ایڑیاں رگڑیں تو وہ چشمہ پھوٹ پڑا۔ پانی کا تو اللہ تعالٰے نے اس طرح انتظام کر دیا، اب غذا کی فکر تھی۔ اتفاقاً ایک قافلہ راستہ بھول گیا اور وہ اسی جگہ آ پہنچا جہاں حضرت ہاجرہ بیٹھی تھیں۔ قافلہ والوں کو پانی کی سخت ضرورت تھی جب انہوں نے وہاں چشمہ دیکھا تو انہوں نے حضرت ہاجرہ کو بڑی بڑی رقوم دیں اور کہا کہ ہم آپ کی رعایا ہو کر یہاں رہیں گے۔ ہمیں اس جگہ بسنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت ہاجرہ نے انہیں اجازت دیدی پس وہ حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کی رعایا ہو کر وہاں رہنے لگے اور بیشتر اس کے کہ حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہو، خدا نے اسے بادشاہ بنا دیا۔ آج تک حج کے ایام میں حضرت ہاجرہ کے واقعہ کو یاد دلایا جاتا ہے جبکہ انہوں نے اپنے بیٹے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑا۔ آج ہم میں سے جن کو اللہ تعالٰے توفیق دیتا ہے جاتے ہیں اور اسی جگہ انہی پہاڑیوں کا طواف کرتے ہیں وہ وہاں اپنے بچے کو چھوڑ کر نہیں آتے حضرت ابراہیمؑ والی قربانی کا ان سے مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ صرف ان سے یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ اگر تمہیں خدا کے لئے اپنے بچوں کی قربانی کرنی پڑے تو تم بشاشت کے ساتھ یہ قربانی کرو گے صرف اقرار لیا جاتا ہے کہ اگر تم کو خدا کے لئے کسی وقت اپنے عزیزوں کو چھوڑنا پڑے تو تم انہیں چھوڑ دو گے۔ آج ہر وہ شخص جو صفا و مَروہ کا طواف کرتا ہے وہ اسی عورت کے نقشِ قدم کا اتباع کرتا ہے جسے نَاقِصُ العَقلِ وَالدِّین کہا جاتا ہے۔ اس طواف کے ذریعہ ہر مومن سے یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ کم از کم ہمیں ایک عورت سے اپنے ایمان میں زیادہ ہونا چاہیئے۔ ہم اس کے بعد عید کرتے ہیں، اس لئے کہ ہم نے اس عہد کو پورا کر دیا جو خدا نے ہم سے لیا اور یہ عید اس بات کی علامت ہے کہ ہم نے اس عہد کو نباہا۔ مگر کیا تم اپنے نفسوں کو ٹٹول کر اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہو کہ تم نے اس عہد کو

پورا کیا؟ کیا تمہارا ایمان صرف تمہاری زبانوں تک محدود نہیں۔ کیا واقعی وہ ایمان تمہارے قلوب پر حاوی ہو گیا۔ کیا واقعہ میں اس نے تمہارے جذبات پر تصرف حاصل کر لیا۔ اگر کر لیا تو پھر تمہاری سچی عید ہے۔ اور اگر نہیں بلکہ تمہارا ایمان صرف تمہارے دماغ اور فکر اور زبان تک محدود ہے تو پھر یہ عید تمہارے لئے عید نہیں بلکہ ایک ماتم کا دن ہے دیکھو ایک عورت نے، اُس عورت نے جس کی زندگی کا سہارا ایک ہی بچہ تھا اپنے وطن عزیز اور رشتہ داروں کو خدا تعالٰے کے لئے چھوڑ کر کیسا نمونہ دکھایا۔ آج خدا اس نمونہ کو قائم کرکے عورتوں سے کہتا ہے کہ تم میں سے ہی ایک عورت تھی جس نے خدا کے لئے یہ نمونہ دکھایا۔ کیا تم اس سے نرالی ہو کہ تمہیں اللہ تعالٰے کے راستہ میں مصائب برداشت کرنا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مردوں سے کہتا ہے کہ تمہیں شرم کرنی چاہیئے، ایک عورت نے نحیف ہو کر کمزور ہو کر بے بضاعت ہو کر جب یہ نمونہ دکھایا تو کیا تم مرد ہو کر جنہیں زیادہ قوتیں دی گئی ہیں۔ قربانی سے ہچکچاتے ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے مسیح کو قبول کیا اور ہمیں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑنا پڑا۔ مگر مَیں کہتا ہوں تم سے کون ہے جس نے حضرت ہاجرہ سے زیادہ قربانی کی ہو۔ جس نے اپنے آپ کو ان حالات میں سے گزارا ہو جن کے ماتحت حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ اور یقین سے پُر ہاجرہ نے کہا۔ اِذَنْ لَّا یُضَیِّعُنَا۔ ہم کو بھی خدا کے ایک مامور کی صحبت نصیب ہوئی۔ ہمیں بھی اس پر ایمان لانے کا موقعہ عطا ہوا۔ مگر کیا ہم جو اس مامور پر ایمان لائے دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے حضرت ہاجرہ جیسی قربانی کی؟ کیا ہمیں دشمنوں کی عداوت کو دیکھ کر یہ نہیں کہنا چاہیئے۔ اِذَنْ لَّا یُضَیِّعُنَا اگر حضرت ہاجرہ کے دل میں اسمٰعیلؑ کی اس تڑپ اور موت کی سی حالت کو دیکھکر کرب و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ بے تابانہ صفا و مروہ پر دوڑتی اور سات چکر لگاتی ہیں تو کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے لئے جبکہ ہم اس دین کو آج موت کی حالت میں دیکھ رہے ہیں ہمارے دلوں میں کرب و اضطراب پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ میں داخل ہو گئے ہیں۔[۲۲] مگر کیا ایمان اس بات کا نام نہیں کہ اپنی ہر چیز خدا کے مقابل پر ہماری نظروں میں ہیچ ہو جائے۔ اور جس طرح حضرت ہاجرہ نے اپنے بچہ کے لئے قربانی کی ہم اسلام کے لئے قربانی کریں۔ یقیناً اگر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ آج دین کی نہایت ہی نازک حالت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حالت کو ایک بیمار بچہ سے تشبیہ دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید　　دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدینؓ[۲۳]

آج کفر اسی طرح زور و طاقت میں ہے جس طرح یزید کی فوجیں زور و طاقت میں تھیں اور اسلام اسی طرح بیمار و بیکس ہے جس طرح زین العابدین جن کے باپ اور رشتہ دار جو دشمن کے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے مارے گئے تھے اور وہ خود بے کسی کی حالت میں تڑپ رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ آج دین کی وہی حالت ہے جو زین العابدین کی تھی اور کفر کی وہی حالت ہے، جو یزید کی افواج کی تھی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین کو ایک بچہ سے تشبیہہ دی ہے اور ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ دیکھو حضرت ہاجرہ نے اپنے بچہ کے لئے جو تڑپ دکھلائی کیا تم محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین کے لئے ایسی تڑپ دکھانے کے لئے تیار نہیں۔ اگر واقعہ میں ہمارے دلوں میں اسلام کی محبت ہے، قرآن کریم کی عظمت ہے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق ہے تو پھر دنیا کی مخالفتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ ایک اور صرف ایک خیال تمہارے دلوں میں ہونا چاہیئے اور وہ یہ کہ اس وقت اسلام کو مٹانے کے لئے دنیا متحد ہو رہی ہے۔ آج لوگوں کے دلوں سے قرآن کا نور مٹ گیا، قلوب کی صفائی جاتی رہی۔ وہ تعلیم جو دنیا کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے آئی تھی، آج خود زمین پر مسلی جا رہی ہے۔ وہ نبی جو دنیا کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے آیا تھا۔ آج ہر قسم کے عیوب اور گناہ اس کی طرف منسوب کئے جا رہے ہیں۔ وہ دین جو دُنیا کو ترقی دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے آیا تھا، آج خود اس کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا درد رکھتا ہو، کوئی نہیں جو اس کی اشاعت کا خیال رکھتا ہو۔ دل مُردہ ہو چکے، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور محبت مفقود ہو گئی۔ آج لوگوں کی تمام غیرتیں صرف اپنے نفوس کے لئے رہ گئی ہیں۔ آج ان کی تمام قوتیں صرف اپنی بڑائی اور شان و شوکت کے حصول کے لئے صرف ہو رہی ہیں۔ صرف ایک۔ ہاں صرف تم جو دنیا میں کمزور سمجھے جاتے ہو۔ تم جو دنیا میں حقیر سمجھے جاتے ہو، تمھیں خدا نے چُنا ہے تا تم سے وہ اپنے دین کی اشاعت کا کام لے جس طرح آج سے ہزار ہا سال پہلے خدا نے حضرت اسمٰعیلؑ کو چُنا اور انہیں ایک وادئ غیر ذی زرع میں رکھنے کا حکم دیا اسی طرح ہاں اسی طرح خدا نے تم کو چُن لیا اور تمھیں بھی اپنے عزیزوں سے جُدا ہونا پڑا۔ تمہاری مائیں بھی تڑپتی ہیں جب تمھیں تبلیغ کے لئے دور دراز ملکوں میں جانا پڑتا ہے۔ مگر انہیں کیا پتہ کہ حضرت ہاجرہ کا دل بھی اسی طرح تڑپتا تھا۔ مگر اس نے خدا کے لئے مصائب کو برداشت کیا۔ چند روز ہوئے مجھے ایک ماں نے واقعہ سُنایا اس کا ایک بچہ جو نہایت

ہی نیاک تھا فوت ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت کرے۔ اس نے بتایا کہ امرتسر میں جب ایک دفعہ جلسہ روک دیا گیا اور ارادہ ہوا کہ دوبارہ اسی جگہ جلسہ کیا جائے تو اس وقت مخالفت بہت زیادہ تھی اور لوگ کہتے تھے کہ اگر احمدی جلسہ کریں گے تو ہم انہیں ماریں گے۔ اس عورت نے سُنایا، میرا لڑکا آیا اور کہنے لگا۔ اماں جی مَیں امرتسر چلا ہوں۔ مَیں نے کہا بیٹا! میں نے تو سُنا ہے مخالفت بہت زیادہ ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ ہم احمدیوں کو ماریں گے۔ وہ کہنے لگا۔ باقی لوگ جو وہاں جائیں گے وہ بھی تو اپنی ماؤں کے بچے ہوں گے۔ اگر ساری مائیں یہی کہنے لگ جائیں تو پھر دین کی خدمت کون کرے گا۔ تو کئی مائیں ہیں جن کے دلوں میں یہ خیال آتا ہوگا کہ ان کے بچے دین کی خدمت کے لئے گئے ہوئے ہیں، نہ معلوم ان کا کیا حال ہوگا۔ اور کئی بچے ہیں جو خیال کرتے ہوں گے کہ اگر ہم دین کی خدمت کے لئے نکلے تو ہماری مائیں کیا کریں گی۔ مَیں ایسی ماؤں اور بچوں سے کہتا ہوں کہ حضرت ہاجرہ کا بھی ایک بچہ تھا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بھی ماں تھی اور حضرت ہاجرہ کے احساسات دوسروں کی ماؤں سے زیادہ تھے کیونکہ جتنی جتنی معرفت بڑھتی چلی جائے اتنے ہی احساسات تیز ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو موٹی عقل والے زیادہ تکالیف بغیر کسی قسم کے احساس کے برداشت کرلیں گے۔ مگر جیسے جیسے انسان تعلیم یافتہ ہوتا چلا جائے، اس کی حس بڑھتی جاتی ہے۔ اسی طرح جتنا زیادہ کوئی شخص خدا کا مقرب ہوتا جائے، اس کی حس بھی اسی نسبت سے ترقی کرجاتی ہے اس لئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ[۱۱]۔ لوگوں کے مومن نہ ہونے کا ہمیں بھی صدمہ ہوتا ہے مگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدمہ کی کیفیت بالکل جداگانہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تجھ پر اس صدمہ کا اتنا اثر ہے کہ گویا تجھ پر چھری چل رہی ہے جس سے گردن ہی کٹ جائے گی۔ بَاخِعٌ تلوار کے گردن کی پچھلی رگ تک پہنچ جانے کو کہتے ہیں[۱۲]۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرفان اور حس کی زیادتی کا ثبوت ہے۔ پس یاد رکھو ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ہماری عید اسی دن ہوگی جب ہم حقیقی طور پر اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے وہی دن ہمارے لئے عید کا دن ہوگا۔ اور اسی دن خوش ہونا ہمارے لئے حقیقی خوشی کا باعث ہوگا۔ اسی دن ہمارا حق ہوگا کہ ہم عرش کے کنگرے پکڑ کر کہیں کہ اے خدا! ہم نے اپنے فرائض کو پورا کر دیا۔ اب تو اپنے انعامات سے ہمیں سرفراز فرما۔ اور یقیناً خدا تمہیں اپنے انعامات دے گا۔ پس مومن وہی ہے جو اس عید کے لئے تیاری کرے۔ اس دن جو بھی وہ دُعا کرے گا خدا اسے قبول کرے گا۔ بلکہ خدا کہے گا کہ میرے بندے مانگ کہ مَیں تجھے دُوں۔ اس دن

خود خدا کو غیرت آئے گی اور کہے گا میرا بندہ مجھ سے کیوں نہیں مانگتا۔ اس دن وہ اُجڑے ہوئے گھر جن کو آج دنیا ویران خیال کرتی ہے۔ آباد کر دیئے جائیں گے، وہ دنیا کا مرکز بن جائینگے۔ اور جس طرح حج کے لئے لوگ مکہ میں جاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو دین کے لئے قربانی کرنے والے ہیں، ان کے گھر بھی لوگوں کا مرکز ہو جائیں گے۔ قربانی بے شک بڑی ہے مگر انعام اس سے بھی بڑے ہیں۔ مَیں نے ابھی کہا تھا کہ اگر حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کے نتائج اس وقت دشمنوں کو معلوم ہو جاتے تو وہ بھی اپنی اولادوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے اور بڑے بڑے دشمن تمنا کرتے کہ کاش ہم سے سب کچھ لے لیا جائے اور ہماری اولاد کو اس وادی میں رہنے کے لئے جگہ دی جائے۔ یہی حال آئندہ ہونے والا ہے۔ آج جو لوگ تم میں سے سچے طور پر اسلام کی خدمت کے لئے نکلیں گے خدا ان کے لئے وہی نمونہ دکھلائے گا جو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لئے دکھایا وہ اور اس کی اولاد ہمیشہ کے لئے اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کے بے انتہا فضلوں کی وارث ہو گی۔ اور وہ کبھی نہ اس جہان میں ضائع کئے جائیں گے اور نہ اگلے جہان میں۔ پس آج ایک موقع ہے وہ شخص جو عقل رکھتا ہے اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ مگر وہ جو نادان ہے کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ اس قدر عظیم الشان موقع ملنے کے باوجود وہ اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہا۔

خطبۂ ثانیہ میں فرمایا:۔

ہر دن کی کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ عید کے دن جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے اس کے اظہار کے لئے اس دن اسلام نے عبادت زیادہ کر دی۔ اور اس طرح بتایا کہ ہر خوشی کے موقع پر اللہ تعالےٰ کے حضور جھکنا چاہیئے کیونکہ وہی تمام خوشیوں کا منبع ہے۔ عید کیا ہے۔ یہ ایک صفائی کا دن ہے اور اس دن ایک اور عبادت رکھکر سمجھایا کہ حقیقی صفائی عبادت سے ہی ہوتی ہے۔ مگر یہ صفائی انہی کو نصیب ہوتی ہے جو مایوس نہیں ہوتے۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنی زندگی کے گناہ دیکھکر کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ کیا خدا ہمیں بھی معاف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اگر یہ سمجھا جائے کہ کوئی ایسا گناہ بھی ہے جسے خدا بخش نہیں سکتا۔ تو میرے نزدیک اس کا صاف طور پر یہ مطلب ہوگا کہ خدا بڑا نہیں بلکہ نعوذ باللہ شیطان بڑا ہے۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا۔ خدا تعالےٰ تمام قسم کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور نہ صرف گناہ بخشتا ہے بلکہ وہ انسان کو اعلیٰ درجہ کی رُوحانی ترقیات بھی عطا کرتا ہے، صرف اپنے دل میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے۔ جب ہم بچے تھے تو ہم سکول کی کتابوں میں ایک نہایت ہی لطیف حکایت پڑھا کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ جب بارہ تیرہ سال کے ہوئے

تو ان کی والدہ نے انہیں اپنے کسی عزیز کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں کوئی پیشہ سکھا دے یا تجارت کے کسی کام میں ان کی مدد کرے ۔ ان کے پاس بیس پچیس اشرفیاں تھیں ۔ ان کی والدہ نے کہا یہ تمہارے باپ کا ورثہ ہے میں انہیں گدڑی میں سی دیتی ہوں ۔ جب منزل مقصود پر پہنچنا تو نکال لینا ۔ جس قافلے کے ساتھ وہ جا رہے تھے اتفاقاً راستہ میں اس پر ڈاکہ پڑا ۔ اور ڈاکو والوں نے سب کچھ لوٹ لیا ۔ کسی ڈاکو نے گذرتے ہوئے ان سے بھی پوچھا کہ کیا تمہارے پاس بھی کوئی چیز ہے انہوں نے بیس پچیس جتنی اشرفیاں تھیں بتا دیں اس نے کہا چل بیوقوف ، مجھ سے مخول کرتا ہے ۔ تیرے پاس اشرفیاں کہاں سے آئیں ۔ انہوں نے کہا نہیں میں مخول نہیں کرتا میرے پاس واقعی اشرفیاں ہیں ۔ اس نے سمجھا یہ پاگل ہے اور چھوڑ کر چلا گیا ۔ پھر کوئی دوسرا ڈاکو گذرا اور اس نے پوچھا تو اسے بھی انہوں نے سچ بتا دیا ۔ آخر وہ ڈاکو انہیں پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے اور کہا ۔ ہم سے پوچھتے ہیں تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بیس پچیس اشرفیاں ہیں ، ہمیں تو اعتبار نہیں آتا اب آپ کے پاس لائے ہیں جو حکم ہو اس طرح کیا جائے ۔ اس نے کہا اس کی گدڑی پھاڑو ۔ جب انہوں نے گدڑی پھاڑی تو اس میں سے اشرفیاں نکل آئیں ۔ انہوں نے اس پر بڑی حیرت کا اظہار کیا اور کہا تیری گدڑی تو کسی نے دیکھنی نہیں تھی ، پھر تو نے یہ راز کیوں افشا کر دیا ؟ انہوں نے نہایت سادگی سے کہا پھر میں جھوٹ کس طرح بولتا ۔ چوروں پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت تائب ہو گئے اور سوانح والے لکھتے ہیں کہ وہی ڈاکو بعد میں بہت بڑا ولی بن گیا [23]

اسی طرح شبلیؒ جو مشہور صوفی گذرے ہیں ۔ اور تمام عالمِ اسلام ان کا ادب اور احترام کرتا ہے ، وہ ایک علاقہ کے گورنر تھے مگر نہایت ہی ظالم و جابر ۔ جس طرح حجاج بن یوسف اپنے ظلم کی وجہ سے بدنام ہے ۔ اسی طرح وہ بھی اپنے ظلموں کی وجہ سے بدنام تھے بلکہ حجاج بن یوسف تو شاید ظالم تھا یا نہیں کیونکہ اس کے متعلق اختلاف ہے ۔ شبلیؒ خود کہتے ہیں کہ میں نہایت ظالم و جابر گورنر تھا اور کوئی فتنہ نہیں تھا جس سے مجھے احتراز ہو ۔ ہر گناہ کا میں مرتکب ہوا اور ہر ظلم میں میں نے حصہ لیا ۔ ان کی ہدایت کا جو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ بنایا وہ یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ بادشاہ کے دربار میں بیٹھے تھے کہ ایک جرنیل پیش ہوا جس نے بہت بڑی جنگی خدمات سرانجام دی تھیں ۔ بادشاہ نے اسے برسرِ دربار خلعت دیا لیکن بدقسمتی سے وہ رومال لانا بھول گیا تھا ۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اسے نزلہ تھا چھینک جو آئی تو نزلہ بہنے لگا ۔ اب اگر نزلہ نہ پونچھتا تو یہ بدنما معلوم ہوتا ۔ اور اگر پونچھتا تو کوئی چیز نہ تھی ۔ آخر اس نے نظر بچا کر اسی خلعت سے ناک صاف کر لیا مگر بادشاہ کی نظر پڑ گئی ۔ وہ اپنے عطا کردہ خلعت کی اس بے قدری کو برداشت نہ کر سکا ۔ اس نے نہایت ہی غصہ میں کہا کہ اس کا خلعت اتار لو اور اس کی تمام جائداد ضبط کر لو

ہم نے ایک خلعت دیا مگر اس نے اس کی بے قدری کی۔ شبلیؒ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو ایک دم ان کی چیخیں نکل گئیں ۔ اللہ تعالیٰ ایک تغیّر کا وقت لاتا ہے۔ اس وقت خدا کے حضور یہی مقدر تھا کہ ہدایت دے ۔ بادشاہ نے پوچھا شبلی تمہیں کیا ہو گیا مگر ان پر ایسی رقّت طاری تھی کہ کچھ دیر تک جواب نہ دے سکے۔ اور جب اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا بادشاہ سلامت میرا استعفیٰ منظور کیجیئے ۔ بادشاہ نے کہا: کیا تو پاگل ہو گیا ہے ۔ انہوں نے کہا مَیں پاگل تو نہیں ہُوا مگر اب مجھے وہ بات سمجھ آگئی ہے جو پہلے مَیں سمجھ نہیں سکا تھا۔ مَیں نے آجتک ہر کام آپ کے خوش کرنے کے لئے کیا ۔ مگر اب یہ نظارہ دیکھنے سے مجھے معاً خیال آیا کہ اس جرنیل نے کتنی بڑی خدمات سرانجام دی تھیں۔ یہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بیوی کو بیوہ ہونے کے خطرہ میں اور بچوں کو یتیم ہونے کے خطرہ میں ڈال کر سالہاسال تک تکالیف برداشت کرتا رہا۔ اس کے بدلہ میں آپ نے جو اسے خِلعت دیا وہ اس کی خدمات کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے مگر اس کی ایک معمولی سی فرد گذاشت پر آپ نے اس پر اتنا عتاب نازل کیا ۔ اس کا خلعت اتار لیا ۔ اس کی جائیداد ضبط کر لی اور اسے بر سرِ دربار ذلیل کرایا ۔ مجھے بھی خدا نے ایک خِلعَت دی تھی مگر میں نے اپنے گناہوں کی وجہ سے اُسے سر سے پَیر تک خراب کر لیا ہے ۔ اب مجھے اجازت دی جائے کہ مَیں اپنی باقی عمر ان گناہوں کے داغوں کو دھوتے میں صرف کردوں۔ لکھا ہے وہ اتنے سخت ظالم تھے کہ وہ کئی صوفیا کے پاس گئے اور کہا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں مگر سب نے یہی کہا کہ تُو اتنے ظلم کر چکا ہے کہ اب تیری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت نہیں ۔ آخر حضرت جنیدؒ یا کسی اور بزرگ کے پاس (مجھے ٹھیک یاد نہیں) وہ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہاں توبہ قبول ہو سکتی ہے ۔ مگر یہ شرط رکھی کہ جن جن پر تم نے ظلم کیا ہے ان تمام کے دروازوں پر جاؤ اور ہر ایک سے معافی مانگو ۔ آخر وہ ہر شخص کے دروازہ پر گئے اور انہوں نے معافی مانگی۔[۲۹] اب وہی شبلیؒ روحانی ہادیوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں روحانیات میں بہت بڑا درجہ اور مقام حاصل ہے پس انسان کے لئے ہر وقت مدارج کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء اسی لئے آیا کرتے ہیں کہ تا وہ لوگوں کو گڑھوں سے نکالیں اور انہیں روشنی کے بلند مینار پر کھڑا کر دیں ۔ پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے اندر کمزوریاں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے سے یہ تمام کمزوریاں دُور ہو سکتی ہیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کی توبہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے ۔ مَالَمْ یُغَرْغِرْ جب تک اس پر موت طاری نہیں ہوتی اور جب تک اس کا دماغ پراگندہ نہیں ہو جاتا۔ پس ان باتوں سے ڈرنا اور گھبرانا نہیں چاہیئے ۔ بلکہ ہمیشہ ترقی کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی بھیجکر اب پھر

تمہیں موقع دیا ہے اس موقع کی قدر کرو اور اسے ضائع نہ ہونے دو۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور نہ صرف ہمیں اپنے نفوس کی اصلاح کا موقعہ دے بلکہ ہمیں دوسروں کی اصلاح کا جذبہ بھی عطا فرمائے۔ اور اس عظیم الشان موقع سے جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ یہ ایسا مبارک وقت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ اس وقت ایمان لانے والے سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہونگے۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کا فضل ہمارے شاملِ حال ہو اور وہ ہماری ناچیز قربانیوں کو قبول فرما کر ہمیں اپنی ان نعمتوں کا وارث بنائے جو پہلے لوگوں کو حاصل ہو چکی ہیں۔

(الفضل ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء صفحہ ۵ تا ۱۱)

ھ۱ ۔ مراد ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ھ۲ ۔ پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۷ تا ۳۱

ھ۳ ۔ الانعام ۶ : ۷۵ ۔ تفسیر درمنثور ۲۵/۳ ، جیوش انسائیکلوپیڈیا ج ۱ صفحہ ۸۵-۸۶

ھ۴ ۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۱ صفحہ ۸۶ زیر لفظ ABRAHAM

ھ۵ ۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب حدیث زید بن عمرو بن نفیلٍ

ھ۶ ۔ الانبیاء ۲۱ : ۶۹-۷۰

ھ۷ ۔ قدسی العرفان فی تفسیر سورہ النجم من القرآن صفحہ ۲۷

ھ۸ ۔ غالباً سہوِ کتابت ہے ایک روایت کے مطابق حضرت لوطؑ ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے (تفریح الازکیا فی احوال الانبیاء جلد ۱ صفحہ ۲۰)

ھ۹ ۔ پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۷

ھ۱۰ ۔ پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۳ تا ۳۳

ھ۱۱ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے اُور میں رہتے تھے جو عراق کے علاقہ میں تھا۔ وہاں سے حاران کی طرف جو بالائی عراق میں واقع ہے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کنعان کی طرف ہجرت کی۔ تاریخ طبری ۲۴۵/۱ کی رو سے آپ نے ارض شام کی طرف ہجرت کی تھی۔

ھ۱۲ ۔ التوبہ ۹ : ۱۱۴ ۔ ہود ۱۱ : ۷۶

ھ۱۳ ۔ ابراہیم ۱۴ : ۳۸

ھ۱۴ ۔ الحج ۲۲ : ۷۹

۱۵ - پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۲ - اصل عبارت یوں ہے :- "وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔"

۱۶ - متی باب ۱۰ آیت ۳۴ تا ۳۶

۱۷ - تاریخ طبری ص ۲۵۴ مطبوعہ دار المعارف مصر

۱۸ - صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی - پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۷

۱۹ - غالباً اس سے مراد بعثت نبویؐ سے متاقبل حضرت عبدالمطلب کے ذریعہ زمزم کا دوبارہ ظہور ہے (تاریخ الخمیس جلد ۱ ص ۲۰۲)

۲۰ - صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی۔

۲۱ - صحیح بخاری کتاب الحیض باب ترک الحائض، الصوم - سنن ابن ماجہ کتاب الفتن - باب فتنۃ النساء

۲۲ - "بشیر احمد - شریف احمد اور مبارکہ کی آمین" مطبوعہ ۱۹۰۱ء مندرجہ درثمین اردو ص ۵۹ مطبوعہ ۱۹۲۸ء

۲۳ - روحانی خزائن (فتح اسلام) جلد ۳ ص ۴

۲۴ - الشعراء ۲۶ : ۴

۲۵ - المنجد زیر لفظ بخع - تفسیر الکشاف علامہ زمخشری ص ۳۳۵/۲ زیر آیت کریمہ - لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

۲۶ - الزمر ۳۹ : ۵۴

۲۷ - نیا تذکرۃ الاولیاء مؤلفہ رئیس احمد جعفری ص ۲۴۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء

۲۸ - حجاج بن یوسف (۴۱ھ/۶۶۱ء - ۹۵ھ/۷۱۵ء) بنو امیہ کے عہد سلطنت میں پہلے مکہ، یمن اور یمامہ اور پھر سارے حجاز اور عراق (بصرہ اور کوفہ) کا گورنر رہا۔

۲۹ - نیا تذکرۃ الاولیاء مؤلفہ رئیس احمد جعفری ص ۳۴-۳۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء۔

۳۰ - جامع ترمذی ابواب الدعوات باب فضل التوبۃ